مولانا ابوالکلام آزادؒ اور ان کی کتب تفسیر

جناب ابوسلمان شاہجہان پوری۔ کراچی۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ۱۹۱۵ء میں قرآن حکیم کی تعلیم و اشاعت کے لیے اپنے جامع منصوبے کے مطابق آغاز کار کا فیصلہ کیا۔ ان کے پیش نظر قرآن حکیم کے فہم و مطالعہ کی تین ضرورتیں تھیں اور مولاناؒ نے انھیں تین مختلف کتابوں یعنی مقدمۂ تفسیر، تفسیر البیان اور ترجمان القرآن میں منقسم کر دیا تھا۔

تفسیر و ترجمہ کی تالیف و اشاعت کے متعلق پہلا اعلان نومبر ۱۹۱۵ء میں البلاغ کے پہلے نمبر میں کیا گیا تھا۔ اس وقت تک ترجمہ پانچ پاروں تک پہنچ چکا تھا، تفسیر سورہ آل عمران تک ہو چکی تھی اور مقدمہ یادداشتوں کی شکل میں قلم بند تھا۔ مولانا کی خواہش تھی کہ ایک سال کے اندر اندر قرآن مجید کا پورا ترجمہ اور تفسیر کی کم از کم ایک جلد مرتب ہو کر شائع ہو جائے۔ اس لیے ہر سات دن کی مشغولیت میں انھوں نے تین دن البلاغ کی ترتیب کے لیے دو دن ترجمے کی تیاری کے لیے اور دو دن تفسیر کے کام کے لیے مقرر کر لیے تھے۔ تفسیر و ترجمہ کی تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ چھپائی کا کام بھی شروع ہو گیا تھا۔

۳ مارچ ۱۹۱۶ء کو حکومت بنگال نے ڈیفنس آرڈی ننس کے ماتحت مولاناؒ کو حدود بنگال سے باہر چلے جانے کا حکم دیا۔ اس وقت تفسیر کے چھ فارم چھپ چکے تھے اور ترجمہ کی کتابت شروع ہو رہی تھی۔ مولاناؒ چاہتے تھے کہ ان کی عدم موجودگی میں بھی تفسیر و ترجمہ کی طباعت کا کام جاری رہے اور اس کے لیے انھوں نے انتظام کر دیا تھا۔ لیکن ۸ جولائی ۱۹۱۶ء کو حکومت ہند نے ان کی نظربندی کے احکام جاری کر دیے۔ اس لیے نہ یہ ممکن رہا کہ مولانا باہر کی دنیا سے کسی طرح کا علاقہ باقی رکھ سکیں اور نہ ترجمہ و تفسیر کی طباعت کا سلسلہ جاری رہنے کی کوئی صورت رہی۔ مجبور ہو کر مولانا مرحوم کی تصنیف و تسوید کے کام پر قناعت کرنی پڑی۔ لیکن اس صورت حال پر پورے تین ماہ

بھی نہ گزرے تھے کہ حالات نے پھر ایک پلٹا کھایا اور تصنیف و تسوید کے کام میں بھی رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ جولائی میں نظر بندی کے حکم کے ساتھ ہی مولانا کے مکان کی تلاشی لی گئی تھی اور کارکنان تفتیش نے دیگر کاغذات کے ساتھ تفسیر و ترجمہ کا مسودہ بھی اپنے قبضہ میں کر لیا تھا لیکن جب حکومت نے ان میں کوئی قابلِ اعتراض چیز نہ پائی تو کاغذات دو ہفتے کے بعد واپس کر دیے تھے لیکن مقامی حکومت کی اس کارروائی سے مرکزی حکومت کے افسر مطمئن نہ ہوئے خیال کیا گیا کہ حکومت بنگال نے کاغذات کی واپسی میں جلدی کی اور ان کی چھان بین میں کمال ہوشیاری سے کام لینا چاہیے تھا لیکن نہیں لیا گیا۔ چنانچہ مرکزی حکومت نے محکمۂ تفتیش کے اعلیٰ افسر سرچارلس کلیولینڈ (Sir Charlis Clew Land) کو مزید چھان بین کے لیے مقرر کیا۔ یہ شخص پہلے کلکتے میں دو ہفتے تک مصروف تفتیش رہا۔ پھر رانچی آیا، مولانا کی قیامگاہ کی دوبارہ تلاشی لی گئی اور نہ صرف تمام کاغذات بلکہ چھپی ہوئی کتابیں بھی لے لی گئیں۔ ان میں نہ صرف ترجمہ و تفسیر کا مسودہ تھا بلکہ بعض دوسری تصانیف کے بھی مکمل و نامکمل مسودات تھے۔ جس وقت یہ معاملہ پیش آیا۔ ترجمے کا مسودہ آٹھ پاروں تک اور تفسیر کا مسودہ سورۂ نساء تک پہنچ چکا تھا لیکن اب اس کا ایک ورق بھی مولانا کے قبضے میں نہ تھا۔ تاہم نویں پارے سے ترجمے کی ترتیب جاری رکھی۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۸ء کے اواخر میں کام ختم کر دیا۔ اب مولانا نے کاغذات کی واپسی کے لیے حکومت سے خط و کتابت کی اور جب کاغذات کی واپسی کی کوئی قریبی امید نظر نہ آئی تو ابتدائی آٹھ پاروں کا ترجمہ چند ماہ کی محنت کے بعد دوبارہ مکمل کر لیا اب پورا ترجمہ مولانا کے قبضے میں تھا۔

۲۷ر دسمبر، ۱۹۱۹ء کو مولانا نظر بندی سے رہا ہوئے۔ اب ترجمے کی طباعت و اشاعت میں کوئی رکاوٹ نہ تھی لیکن یہ وقت تھا کہ ملک میں عام سیاسی حرکت کا مواد تیار ہو چکا تھا اور الہلال کی سیاسی دعوت کی صدائے بازگشت اس وسیع سرزمین کے گوشے گوشے سے بلند ہونے لگی تھی۔ ان حالات میں مولانا کے لیے ممکن نہ رہا کہ وقت کے سیاسی تقاضے سے تغافل کرتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نظر بندی سے رہا ہوتے ہی تحریک لاتعاون کی سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے۔ گویا رہائی کے بعد فوراً ترجمے کی طباعت و اشاعت پر متوجہ نہ ہو سکے۔

لیکن ۱۹۲۱ء میں جب ملک کے ہر گوشے سے ترجمان القرآن کی اشاعت کے لیے تقاضے شروع ہوئے تو مولانا اس سے صرف نظر نہ کر سکے اور کتابت شروع کرا دی۔ نومبر ۱۹۲۱ء میں متن کی کتابت مکمل ہو چکی تھی اور ترجمے کی

کتابت شروع ہوئی تھی کہ ۱۰ر دسمبر کو مولانا گرفتار کر لیے گئے۔ اس مرتبہ بھی انھوں نے انتظام کر دیا تھا کہ ان کی عدم موجودگی میں کام جاری رہے اور کتاب شائع ہو جائے لیکن وقت کا فیصلہ اب بھی ان کے خلاف تھا۔

گرفتاری کے بعد مولاناؒ کے خلاف مقدمہ چلانے کے لیے حکومت کو کافی مواد کی ضرورت ہوئی تو تیسری بار ان کے مکان اور پریس کی تلاشی لی گئی اور قلمی مسودات کا پورا ذخیرہ حکومت نے اپنے قبضہ میں کر لیا جس کو ترجمان القرآن کی تمام لکھی ہوئی کاپیاں بھی توڑ مروڑ کر مسودات کے ڈھیر میں ملا دیں۔

جنوری ۱۹۲۳ء میں مولاناؒ قید سے رہا ہوئے تو کاغذات کی واپسی کے لیے خط و کتابت کی ایک عرصے کی کوشش کے بعد کاغذات واپس بھی مل گئے لیکن اس صورت میں کہ محض اوراقِ پریشاں کا ایک انبار تھا۔ نصف سے زیادہ اوراق یا تو ضائع ہو چکے تھے یا اطراف سے پھٹے ہوئے اور پارہ پارہ تھے۔ مولاناؒ فرماتے ہیں:۔

"اب ترجمان القرآن کی ہستی اس کے سوا ممکن نہ تھی کہ از سرِ نو محنت کی جائے لیکن اس حادثے کے بعد طبیعت کچھ اس طرح افسردہ ہو گئی کہ ہر چند کوشش کی مگر ساتھ نہ دے سکی۔ میں نے محسوس کیا کہ حادثے کا زخم اتنا ہلکا نہیں ہے کہ فوراً مندمل ہو جائے۔"

"..... کئی سال گزر گئے مگر میں اپنے آپ کو اس کام کے لیے آمادہ نہ کر سکا۔

دل سرگشتہ دارم کہ در صحرا است پنداری

بارہا ایسا ہوا کہ ترجمہ و تفسیر کے بچے کھچے اوراق نکالے، لیکن جونہی برباد شدہ کاغذات پر نظر پڑی، طبیعت کا انقباض تازہ ہو گیا اور دو چار صفحے لکھ کر چھوڑ دینا پڑا۔"

"لیکن ایک ایسے کام کی طرف سے جس کی نسبت میرا یقین تھا کہ مسلمانوں کے لیے وقت کا سب سے زیادہ ضروری کام ہے، ممکن نہ تھا کہ زیادہ عرصے تک طبیعت غافل رہتی جس قدر وقت گزرتا جاتا تھا اس کام کی ضرورت کا احساس میرے لیے ناقابلِ برداشت ہوتا جاتا تھا۔ میں محسوس کرتا تھا کہ اگر یہ کام مجھ سے انجام نہ پایا تو شاید عرصے تک اس کی انجام دہی کا کوئی سامان نہ ہو۔"

۱۹۲۷ء قریب الاختتام تھا کہ اچانک مدتوں کی رکی ہوئی طبیعت میں جنبش ہوئی اور رشتہ کار کی جو گرہ ذہن و دماغ کی پیہم کوششیں نہ کھول سکی تھیں، دل کے جوشش بے اختیار سے خود بخود کھل گئی۔ کام

شروع کیا تو ابتدا میں چند دنوں تک طبیعت رکی رکی رہی لیکن جونہی ذوق و فکر کے دو چار جام گردش میں آئے طبیعت کی ساری رکاوٹیں دور ہو گئیں اور پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا گویا اس شورش کدہ مستی میں افسردگی و خمار آلودگی کا کبھی گزر ہی نہیں ہوا تھا:

بہ بدمستی سزد گر متہم سازد مرا ساقی
ہنوز از بادۂ دوشینہ ام پیمانہ بو دارد

"...... بہرحال کام شروع ہو گیا اور اس خیال سے کہ سورہ فاتحہ کی تفسیر ترجمہ کے لیے بھی ضروری تھی، سب سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوا، پھر ترجمہ کی ترتیب شروع کی۔ حالات اب بھی موافق نہ تھے صحت روز بروز کمزور ہو رہی تھی۔ سیاسی مشغولیت کی آلودگیاں بدستور خلل انداز تھیں۔ تاہم کام کا سلسلہ کم و بیش جاری رہا اور ۲۰ر جولائی، ۱۹۳۰ء کو آخری سورت کے ترجمہ و ترتیب سے فارغ ہو گیا۔

تا دست ہم بود زدم چاک گریباں
شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم [1]

یہ تو تفسیر و ترجمہ کی تالیف و ترتیب کی مجمل سرگزشت تھی بعض اشارے مقدمۂ تفسیر کے بارے میں بھی آتے ہیں۔ اب میں الگ الگ ان تینوں کتابوں کی ترتیب کے بارے میں چند باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں۔

البیان: تفسیر کا پورا نام "البیان فی مقاصد القرآن" تھا جیسا کہ اس کے اشتہار مطبوعہ البلاغ سے معلوم ہوتا ہے۔ شروع میں مولانا کا خیال تھا کہ تفسیر و اپنی انداز پہ مرتب کی جائے لیکن ۱۹۳۰ء میں جب مولانا .... ترجمان کی پہلی جلد شائع کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ یہ خیال ترک کر دیا۔ اور ترجمان القرآن ہی میں ہر سورہ کے ساتھ ایک دیباچہ اور تشریحی نوٹوں میں مزید اضافہ کر دینے کا ارادہ کیا۔ مولانا کے نزدیک بہ صورت مسلسل تفسیر کے قدیم غیر مرتب اور غیر منقسم طرز کے مقابلے میں زیادہ مفید اور سائنٹفک تھی۔ فرماتے ہیں:

"تفسیر البیان کے لیے پچھلی ترتیب اط میں نے ترک کر دی ہے کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں مسلسل تفسیر کا قدیم

---

[1] ترجمان القرآن، جلد اول، (اشاعت اول)، ناشر دفتر ترجمان القرآن، دہلی مطبوعہ جید برقی پریس، دہلی، صفحات ۶۴-۶۳

طریقہ موجودہ زمانے میں عام مطالعے کے لیے موزوں نہیں ہے۔ ایک مرتب اور غیر منقسم سلسلے کی غیر معمولی درازی اکثر طبائع پر شاق گزرتی ہے۔ اب میں چاہتا ہوں، تفسیر اس صورت میں مرتب ہو جائے کہ اسی ترجمان القرآن کے ہر ترجمہ سورت پر ایک مقدمے یا دیباچے کا اضافہ کر دیا جائے۔ ترجمہ کی وضاحت پہلے سے موجود ہے۔ نوٹوں کی تشریحات جابجا روشنی ڈال رہی ہیں۔ ضرورت صرف ایک مزید درجۂ بحث و نظر کی ہے۔ وہ ہر سورت کے دیباچے سے پوری ہو جائے گی۔ اور بحیثیت مجموعی تفسیر کے مطالب اس طرح مرتب اور منقسم رہیں گے کہ مسلسل تفسیر کا انتشار مطالب محسوس نہیں ہوگا۔"

ترجمان القرآن کو میں نے دو متوسط جلدوں سے زیادہ بڑھنے نہیں دیا ہے۔ البیان کے دیباچوں کے اضافے کے بعد زیادہ سے زیادہ چار جلدیں ہو جائیں گی لیکن ان چار جلدوں میں وہ سب کچھ آجائے گا جو ترتیب قدیم میں شاید دس گیارہ جلدوں کی ضخامت میں بھی نہ آتا۔

"تفسیر کا جس قدر قدیم مسودہ بچ رہا ہے دوستوں کا اصرار ہے کہ اسے بھی ایک علیحدہ کتاب کی صورت میں شائع کر دیا جائے۔" [1] لیکن مولانا نے یہ فیصلہ اس وقت کیا جب وہ جلد اول شائع کر رہے تھے۔ اس لیے جلد اول میں یہ صورت اختیار نہ کی جا سکی۔ اس کی طبع اول میں نہ سورتوں کے ترجمے کے ساتھ کوئی دیباچہ یا مقدمہ ہے نہ نوٹوں میں کسی مزید درجہ بحث و نظر کی شان نظر آتی ہے۔ ترجمان القرآن جلد اول اشاعت کے لیے تیار کر دینے کے بعد اس جانب متوجہ ہوئے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"جونہی ترجمان القرآن سے میں فارغ ہوا سورتوں کے دیباچوں کی ترتیب پر متوجہ ہو گیا۔ ساتھ ہی مقدمہ تفسیر کی ترتیب بھی جاری ہے۔" [2]

چنانچہ ترجمان القرآن کی دوسری جلد شائع ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ اس کے وضع و اسلوب میں ایک نمایاں تبدیلی کر دی گئی ہے۔ اب کتاب کی نوعیت محض ترجمہ اور نوٹوں ہی کی نہیں تھی، جیسی کہ پہلی جلد کی رہ

---

[1] ترجمان القرآن جلد اول، (اشاعت اول) ناشر دفتر ترجمان القرآن، دہلی، مطبوعہ جید برقی پریس، دہلی، صفحہ م ۔

[2] ترجمان القرآن، جلد اول (اشاعت اول) ناشر دفتر ترجمان القرآن، دہلی، مطبوعہ جید برقی پریس، دہلی ص ۲۔

چکی تھی۔ بلکہ تفسیری مباحث و تفصیلات کا معتد بہ حصہ بھی اس میں شامل تھا۔ اس کی ترتیب میں یہ پہلو بھی پیش نظر رہا تھا کہ پہلی جلد کی سورتوں میں جو مقامات بحث و نظر کے طالب تھے، ان میں سے اکثر اس جلد کے مہمات مطالب کی بحث میں آ جائیں۔ مولانا کا خیال تھا کہ تفسیری مباحث کے اس اضافے کے بعد ترجمان کی جلدیں دو کے بجائے چار ہو جائیں گی۔ لیکن ایسی کرنے ان چار جلدوں میں وہ سب کچھ آ جانے گا جو ترتیب قدیم میں شاید دس گیارہ جلدوں کی ضخامت میں بھی نہ آتا۔ لیکن جلد دوم کے دیباچے میں فرماتے ہیں:

"ترجمان القرآن کی ترتیب سے مقصد یہ تھا کہ قرآن کے عام مطالعہ و تعلیم کے لیے ایک درمیانی ضخامت کی کتاب مہیا ہو جائے۔ مجرد ترجمہ سے وضاحت میں زیادہ مطول تفسیر سے مقدار میں کم۔ چنانچہ اس غرض سے یہ اسلوب اختیار کیا گیا کہ پہلے ترجمے میں زیادہ سے زیادہ وضاحت کی کوشش کی جائے پھر جا بجا نوٹ بڑھا دئیے جائیں۔ اس سے زیادہ بحث و تفصیل کو دخل نہ دیا جائے۔ باقی رہا اصولی اور تفسیری مباحث کا معاملہ تو اس کے لیے دو الگ کتابیں مقدمہ اور البیان زیر ترتیب ہیں" [۱]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر البیان اپنی مستقل اور مفصل حیثیت میں باقی ہے۔ دوسرے طریقے سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ تفسیر سورہ فاتحہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"پہلی جلد کی ابتدا میں سورہ فاتحہ کی تفسیر کا ملخص بھی شامل کر دیا گیا ہے کیونکہ سورہ فاتحہ کی تفسیر ترجمہ قرآن کے لیے اس کا قدرتی مقدمہ تھی اور ضروری تھا کہ کم از کم یہ مقدمہ تلاوت ترجمے سے پہلے ذہن نشین ہو جائے۔

البتہ یہ تفسیر سورہ فاتحہ کا خلاصہ ہے۔ اس میں پھیلاؤ سمیٹ دیے ہیں، تفصیلات کو جا بجا مختصر کر دیا ہے۔ تمہید و توطیہ کی قسم کی تمام چیزیں نکال دی ہیں لیکن نفس مطالب میں بجز ایک مقام کے کوئی کمی نہیں کی ہے۔ یہ مقام صفات الٰہی کے ان مباحث کا تھا جن کا زیادہ تر تعلق فلسفہ و کلام کے قدیم

---

[۱] ترجمان القرآن جلد دوم، ناشر مکتبہ مصطفائی، لاہور، صفحہ ۳۷۔

مذاہب و مباحث سے ہے نیز فرداً فرداً ان تمام صفات پر نظر ڈالی گئی تھی جو قرآن حکیم میں آئے ہیں۔ چونکہ یہ حصہ عام مطالعے اور دلچسپی کا نہ تھا اس لیے ترجمان القرآن میں اس کی موجودگی ضرورت سے زیادہ محسوس ہوئی اور اُسے الگ کر دیا گیا۔ اصل تفسیر کی ضخامت اس خلاصے سے ڈیوڑھی سمجھنی چاہیے۔ تفسیر البیان میں وہ سورہ فاتحہ کا دیباچہ ہوگی اور اپنی تفصیلی شکل میں آجائے گی۔[1]

۲۔ دوسری جلد میں تفسیری مباحث و تفصیلات شامل کرنے کے بعد البیان کے امتیاز و خصوصیت کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"اب کتاب (یعنی ترجمان القرآن جلد دوم) کی نوعیت محض ترجمہ اور نوٹوں ہی کی نہیں رہی ہے جیسی کہ پہلی جلد کی رہ چکی ہے، بلکہ تفسیری مباحث و تفصیلات کا بھی معتدبہ حصہ شامل ہوگیا ہے۔ بلاشبہ اس کی تفصیلات البیان کی تفصیلات تک نہیں پہنچتیں اور پہنچنا بھی نہیں چاہیے۔ تاہم جہاں تک مہمات مطالب کا تعلق ہے، تقریباً تمام مقامات بحث میں آگئے ہیں اور ارباب نظر کے لیے کفایت کرتے ہیں۔"[2]

مختلف سورتوں میں جو اضافے ہوئے ہیں ان کا اندازہ اس سے لگائیے:

"سورۂ اعراف میں چالیس نوٹ ہیں، سورہ انفال میں اکتالیس مفصل نوٹ ہیں۔ سورہ توبہ میں پہلے بائیس نوٹ اتنے مشرح آئے ہیں کہ بعض دو دو تین تین صفحوں تک مسلسل چلے گئے ہیں۔ پھر آخر میں چھبیس صفحوں کے مفصل مباحث کا مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ سورۂ یونس میں اکتالیس نوٹ ہیں پھر بھی آخر میں دس صفحوں کے مباحث اور بڑھانے پڑے۔ سورہ ہود کے آخر میں ایک مستقل مقالہ اس اصولی بحث پر درج کیا گیا ہے کہ قصص قرآنی کے مبادی و مقاصد کیا کیا ہیں؟ اور کیوں قرآن انھیں دلائل و براہین کی حیثیت سے پیش کرتا ہے؟ سورۂ یوسف میں جابجا مشرح نوٹ لکھے گئے ہیں پھر آخر میں بیس صفحوں کا ایک مقالہ بڑھایا گیا ہے تاکہ سورت کے مواعظ و بصائر پر ایک مجموعی نظر پڑ جائے۔ سورت کے تفسیری مباحث تفصیل طلب تھے اور بہت زیادہ تھے

---

[1] ترجمان القرآن، جلد اول، (اشاعت اول)، صفحہ ۲۵

[2] ؍ ؍ ؍ القرآن جلد دوم، مکتبہ مصطفائی، لاہور، صفحہ ۲۷

اس لیے انھیں نظر انداز کرنا پڑا۔ البتہ مواعظ و حکم کے تمام پہلو پوری طرح واضح ہو گئے ہیں۔ سورہ کہف کے آخر میں اٹھتیس صفحوں کے مقالات بڑھائے گئے ہیں۔ کیونکہ متعدد تاریخی سوالات حل طلب تھے اور بغیر شرح و اطناب کے واضح نہیں ہو سکتے تھے۔ البتہ سورت کا ایک واقعہ تفصیلی بحث سے رہ گیا یعنی صاحب موسیٰ علیہ السلام کے اعمال ثلاثہ اور ان کے نتائج و حکم۔ اگر تفصیلی بحث کی جاتی تو مقالات کی مقدار بہت زیادہ بڑھ جاتی۔ تاہم نوٹ میں جس قدر اشارات کر دیے گئے ہیں اہل نظر کے لیے کفایت کرتے ہیں۔ بقیہ سورتوں کے ترجمہ و تشریح میں بھی ایسا ہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔" [1]

بلاشبہ یہ تفصیلات البیان سے لی گئی ہیں لیکن کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کے بعد "البیان" کی ہستی ختم ہو گئی تھی اور مسودے کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اسے محض اس لیے شائع کیا جانا تھا کہ ایک لکھی ہوئی چیز جو اس صورت میں بھی اپنی ایک افادیت رکھتی ہے، ضائع ہونے سے بچ جائے؟ یا مولانا کو اس کی اشاعت پر اس وجہ سے آمادہ ہونا پڑا تھا کہ دوستوں کا اصرار تھا؟

ابتدائی مطالعے کے بعد میرا خیال تھا کہ البیان کے بارے میں مولانا کی رائے بدل گئی تھی اور ترجمان القرآن میں اس کے مباحث کے اضافے کے بعد اس کی اہمیت باقی نہیں رہی تھی لیکن مولانا غلام رسول مہر صاحب کی معلومات سے استفادے اور مزید غور کے بعد میری یہ رائے نہیں رہی۔ مہر صاحب راقم الحروف کے نام ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں:-

"البیان کبھی مولانا کے ذہن سے نہیں نکلا اور یہ بھی قرین قیاس نہیں ہے کہ اس کا مسودہ تلف ہو گیا۔ جس طرح مولانا نے ابتدائی مسودات کے تلف ہو جانے کی جزئیات کھول کر بیان کی ہیں اس کا بھی ذکر ضرور فرماتے۔ میرے ساتھ اس کے متعلق نیز مقدمے کے متعلق آخری دور تک گفتگو فرماتے رہے۔ یہ بھی صحیح نہیں کہ البیان میں سے چند ٹکڑے لے کر بطور تعلیقات بعض سورتوں کے اواخر میں لگا دیے تو باقی البیان غیر ضروری ہو گیا۔ کیا یہ معلوم نہیں کہ متعدد مقامات پر اس کے حوالے دیے ہیں جیسا کہ میری باقیات [2] کے مقدمہ میں حوالے موجود ہیں"

---

[1] ترجمان القرآن، جلد دوم، صفحہ ۳۸

[2] باقیات ترجمان القرآن، جلد سوم،

...... خود مولانا کی تحریر سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے۔

دوسری جلد کے دیباچے میں جہاں مولانا نے اس کی نوعیت ترتیب اور اضافوں کے بارے میں لکھا ہے وہاں ترجمان اور البیان کا فرق بھی واضح کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ البیان کی ایک مستقل حیثیت ہے۔ ترجمان القرآن میں تفسیری مباحث کے اضافوں سے اس کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ترجمان میں اضافوں کے بعد قرآن کے مطالعہ و تعلیم کا پیش نظر مقصد بطریق احسن پورا ہو جاتا ہے لیکن تفصیلی مطالعے کے بہرحال البیان ہے، ترجمان نہیں۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں:

"بلاشبہ یہ تفصیلات ان حدود سے متجاوز ہو گئیں جو ترجمان القرآن کے لیے قرار دی گئی تھیں، لیکن اگر البیان کی تفصیلات سامنے لائی جائیں تو یہ تفصیلات بھی اجمال و تلخیص سے زیادہ معلوم نہ ہوں گی۔ یہاں سورہ یوسف کا مقالہ بیس صفحوں میں سمایا گیا ہے اور البیان کے مسودے کا مواد اگر چالیس صفحوں میں بھی سما جائے تو سمجھنا چاہیے، بہت کم جگہ میں آگیا۔ سب سے زیادہ تفصیل سورہ کہف کے مقالات میں ہوتی ہے لیکن جو مباحث یہاں اڑتیس صفحوں میں سمیٹ دیے گئے ہیں ان کے لیے البیان کے ساٹھ ستر صفحوں کی وسعت بھی بہ مشکل کفایت کرے گی۔

جہاں عشق است بر خود چیدہ چندیں داستاں ورنہ
کسے بر معنی یک حرف صد دفتر نمی سازد [1]

ترجمان القرآن:

قرآن حکیم کی تعلیم و اشاعت کے منصوبے کی دوسری کتاب ترجمان القرآن ہے۔ مولانا کے نزدیک

---

[1] ترجمان القرآن، جلد دوم، صفحہ ۳۸۔ اس اقتباس کے آخری شعر میں مولانا نے چیدہ کے بجائے بستہ لکھا تھا۔ بستہ اگرچہ غلط نہیں لیکن اصل شعر میں چیدہ ہے اور یہی زیادہ بہتر ہے۔

یہ مقصد و نوعیت میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے اور تفسیر و مقدمہ کے لیے بھی اصل بنیاد یہی ہے۔ یہی
ہے کہ سب سے پہلے اسی کی اشاعت کا سروسامان کیا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں:
"اس کی ترتیب سے مقصود یہ ہے کہ مطالب قرآن کے فہم و تدبر کے لیے ایک ایسی کتاب تیار ہو جائے
میں کتب تفسیر کی سی تفصیلات تو نہ ہوں لیکن وہ سب کچھ ہو جو قرآن کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کے لیے
روری ہے۔" ۵

مولانا مہر صاحب کے نام ایک خط میں اس کی خصوصیات کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:
"ترجمان القرآن کے معاملے میں سب سے زیادہ قابل غور بات یہ ہے کہ مقاصد و مطالب،
یہ و دلائل، نظم و اسباب اور نظر و استنباط کی سرتا سر از سرِ نو تدوین ہے۔ کوئی مقام، کوئی نوٹ
یسا نہیں، جو ایک بنا پر وہ نہ اٹھا رہا ہو۔ دلائل قرآنی کا معاملہ تو بالکل از سرِ نو مرتب کیا گیا ہے۔
یم ذخیرے میں اس کے لیے کوئی مواد موجود نہیں۔ بلکہ غلط طریق نظر نے تمام اوراق و وجوہ کو کچھ سے کچھ
دیا ہے۔ پوری کتاب پر بالاستیعاب نظر ڈالی جائے تو یہ تمام امور واضح ہو جائیں گے۔" ۶

اس غرض سے مولانا نے ترجمان القرآن میں یہ اسلوب اختیار کیا ہے:
"پہلے کوشش کی ہے کہ قرآن کا ترجمہ اُردو میں اس طرح مرتب ہو جائے کہ اپنی وضاحت میں کسی دوسری
یز کا محتاج نہ رہے۔ اپنی تشریحات خود اپنے ساتھ رکھتا ہو۔"

مولانا کے نزدیک اس کی خصوصیات کا اصل محل اس کا ترجمہ ہے۔ اگر اس پر نظر رہی تو کتاب کی تمام
صوصیات پر نظر رہے گی اور یہی محل نظروں سے اوجھل ہو گیا تو گویا کتاب کی تمام خصوصیات نظروں سے
جھل ہو جائیں گی۔ مولانا فرماتے ہیں:
"قرآن کے مقاصد و مطالب کے باب میں جس قدر کاوش کی گئی ہے، راہ کی مشکلات سے جس قدر مقا

---

۵ ترجمان القرآن، جلد اول، (اشاعت اول)، صفحات ۳۔۲۔
۶ نقش آزاد، مرتبہ مولانا غلام رسول مہر، ناشر کتاب منزل، لاہور، مطبوعہ ۱۹۵۸ء، صفحہ ۹۶

کیا گیا ہے۔ قرآن کے اصول و معارف کے جس قدر اصول و مبادیات از سرِ نو مدون کیے گئے ہیں، وہ سب اس محل میں ڈھونڈھے جا سکتے ہیں اور یہی خزینہ ہے جس میں کتاب کی تمام خصوصیات مدفون ہیں۔ اگر اہلِ نظر غور و تدبر سے مطالعہ کریں گے تو فوراً محسوس کرلیں گے کہ نہ صرف ترجمے کا ہر صفحہ بلکہ ہر صفحے کے متعدد مقام کسی نہ کسی خصوصیت کو نمایاں کر رہے ہیں اور اکثر حالتوں میں ترجمے کے صرف ایک لفظ یا کسی ایک ترکیب نے معاملے کی بے شمار مشکلیں حل کر دی ہیں۔" ۵ل

۲- ترجمے کے ساتھ جا بجا نوٹوں کا اضافہ کیا اور کوشش کی کہ سورت کا کوئی حل طلب مقام بغیر اشارہ و تشریح کے رہ نہ جائے۔ یہ نوٹ سورت کے مطالب کی رفتار کے ساتھ ساتھ برابر چلے جاتے ہیں اور جہاں کہیں ضرورت دیکھتے ہیں، رہنمائی کے لیے نمودار ہو جاتے ہیں۔ ترجمے کے ساتھ ان نوٹوں پر مولانا نے کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی و معارف کا سرمایہ فراہم کر دیا ہے۔ ان نوٹوں پر مولانا نے سورت کے بنیادی فکر اور تعلیم کو مدون کر دیا ہے اور جس طرح قرآن کا صاف صاف مطلب سمجھ لینے کے لیے متن کا ترجمہ پوری طرح کفایت کرتا ہے اس طرح کم سے کم وقت اور کم سے کم الفاظ میں سورت کا مفہوم اور اس کا بنیادی فکر معلوم کر لینے کے لیے یہ نوٹ پوری طرح کفایت کرتے ہیں اور اپنے مقصد کی وضاحت کے لیے ترجمے کے محتاج نہیں۔ نوٹوں کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں:

"نوٹس کی ترتیب کا معاملہ نفسِ ترجمہ سے کم مشکل نہ تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ان کے لیے ایک محدود مقدار سے زیادہ جگہ نہیں نکل سکتی اور نوٹ نوٹ نہ رہتے اگر ایک خاص مقدار سے کمیت یا مقدار میں زیادہ ہو جاتے لیکن ضروری تھا کہ کوئی اہم مقام تشنہ نہ رہ جائے اور مقاصد و مطالبِ قرآنی کی تمام جہات واضح ہو جائیں۔ پس پوری احتیاط کے ساتھ ایسا طریقِ بیان اختیار کیا گیا ہے کہ لفظ کم سے کم ہیں لیکن اشارات زیادہ سے زیادہ سمیٹ لیے گئے ہیں۔ جس چیز کی لوگ کمی پائیں گے وہ صرف مطالب کا پھیلاؤ ہے نفسِ مطالب میں کوئی کمی محسوس نہ ہوگی۔ ان کے ہر لفظ اور ہر جملے پر جس قدر غور کیا جائے گا

ل۵ ترجمان القرآن جلد دوم، ناشر، مکتبہ مصطفائی، لاہور۔ صفحہ ۳۹

مطالب و مباحث کے نئے نئے دفتر کھل جائیں گے"[1]

اس کے بعد مولانا نے نوٹوں کی جامعیت کی تفہیم کے لیے ایک مثال دی ہے۔ اس سے نہیں نوٹوں کے اعجاز بلاغت اور جامعیت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے نیز یہ مثال ہمارے لیے دوسرے نوٹوں کے فہم و بصیرت میں کنجی کا کام بھی دیتی ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت عدت طلاق (۲۲۸) پر یہ نوٹ ہے:

"طلاق کی عدت کا ایک مناسب زمانہ مقرر کر کے نکاح کی اہمیت نسب کے تحفظ اور عورت کے نکاح ثانی کی سہولتوں کا انتظام کر دیا گیا"

اس کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں:

"یہ نہایت مختصر جملہ ہے لیکن اس آیت سے عدت طلاق کے تعین کی وہ تینوں مصلحتیں واضح کر دی گئی ہیں، جن میں سے ہر مصلحت کی جگہ تعبیر نے ایک اور صفحے میں [illegible] نکاح کی اہمیت چاہتی تھی کہ یہ رشتہ ایسا بن کر نہ رہ جائے کہ ادھر ختم ہوا ادھر از سر نو شروع ہو گیا۔ دو رشتوں کے درمیان کچھ نہ کچھ فصل و انتظار کی حالت ضرور ہونی چاہیے۔ نسب کا تحفظ بھی چاہتا تھا کہ اتنا وقفہ ضرور گزر جائے کہ حمل کا شبہ باقی نہ رہے لیکن ساتھ ہی اس کی رعایت بھی ضروری تھی کہ عورت کے نکاح ثانی کے حقوق میں بے جا وسعت اندازی نہ ہو۔ پس قرآن نے [illegible] مدت مقرر کر دی جس سے ایک طرف تو پہلی اور دوسری مصلحت پوری ہو گئی، دوسری طرف تیسری مصلحت میں بھی خلل نہیں پڑا کیونکہ ابتدائی دو مصلحتوں کے لیے کم سے کم مدت ہے جو قرار دی گئی ہے"

یہ تمام تشریحات نوٹ میں نہیں آسکتی تھیں اور نہیں آتی ہیں لیکن اصل مطلب پورا پورا آگیا ہے، ضرورت صرف اس کی ہے کہ مطالعے کے وقت تدبر و فکر کا سر رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹے"[2]

طبع اول میں مولانا نے صرف ابواب کی تقسیم کافی سمجھی تھی لیکن طبع ثانی میں جابجا حاشیے کے

---

[1] ترجمان القرآن، جلد اول (اشاعت اول) صفحہ ۴۳

[2] ترجمان القرآن، جلد اول (اشاعت اول) [illegible] ۴۳

عنوان بھی بڑھا دیے۔ اس اضافے سے تمام مطالب اس طرح منضبط ہو گئے کہ بہ یک نظر ان کا خلاصہ معلوم کر لیا جا سکتا ہے۔ مولانا کے نزدیک ان نوٹوں کی بڑی اہمیت ہے اسی لیے انھوں نے ترجمے کے بعد دوسرا محل تدبر انہیں کو قرار دیا ہے۔ دوسری جلد کے دیباچے میں فرماتے ہیں:

" نوٹ عبارت میں مطول نہیں ہو سکتے تھے اور مطول نہیں ہیں، لیکن معانی و اشارات میں مفصل ہو سکتے تھے اور پوری طرح مفصل ہیں۔ اور اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ ان کی ہر سطر تفسیر کا ایک پورا صفحہ بلکہ بعض حالتوں میں ایک پورے مقالے کی قائم مقام ہے۔ اکثر مقامات میں ایسا ہے کہ معارف ومباحث کا ایک پورا دفتر دماغ میں پھیل رہا تھا مگر نوک قلم پر پہنچا تو ایک سطر یا ایک جملہ بن کر رہ گیا۔ اب کتاب کے صفحے پر وہ ایک جملہ ہی رہے گا لیکن اہل نظر چاہیں تو اپنے ذہن و فکر میں پھر اسے ایک دفتر کی صورت دے کر پھیلا دے سکتے ہیں" لے

اسی لیے مولاناؒ کے نزدیک ان کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ ان کا مطالعہ بار بار کیا جائے۔ جوں جوں فکر آشنا ہوتا جائے گا مطالب ودقائق کے نئے نئے پہلو آشکار ہوتے جائیں گے اور یہی دوسرا محل تدبر ہے جس میں ترجمان القرآن کی خصوصیات کی تلاش کی جا سکتی ہے۔

۳۔ ترجمان القرآن کی پہلی جلد شائع ہوئی تو اس وقت تک مولاناؒ کے پیش نظر یہ تھا کہ قرآن حکیم کے عام مطالعہ و تعلیم کے لیے ایک درمیانی ضخامت کی کتاب تیار ہو جائے جو مجرد ترجمے سے وضاحت میں زیادہ اور مطول تفسیر سے مقدار میں کم ہو۔ پھر جا بجا نوٹ بڑھا دیے جائیں۔ مولانا اس سے زیادہ بحث و تفصیل کو اس میں دخل دینا نہ چاہتے تھے لیکن پہلی جلد کی اشاعت کے بعد ارباب نظر کا جوش طلب ان حدود پر راضی نہیں ہو سکا جو ترجمان القرآن کے لیے مقرر کر دی گئی تھیں۔ ان کی تشنگی اس سے زیادہ سیرابی کا سامان ڈھونڈھتی تھی اور مقدمہ والبیان کے وعدے پر صبر نہیں کر سکتی تھی۔ مطالب کی وسعت اور دائرۂ بیان کی تنگ دامانی غالباً خود مولاناؒ کیلئے بھی سخت شکیب آزما تھی۔ چنانچہ جونہی اہل علم و ارباب نظر کا

لے ترجمان القرآن، جلد دوم، صفحہ ۳۹۔

اصرار بڑھا مولانا ترجمان القرآن کی ترتیب میں تبدیلی پر آمادہ ہو گئے اور ترجمان القرآن کی نوعیت صرف ترجمہ اور نوٹوں ہی کی نہ رہی بلکہ کسی قدر تفسیری مباحث کا اضافہ بھی کرنا پڑا۔ اس کے لیے مولانا نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب سورت کا ترجمہ اور نوٹ ختم ہوئے تو جن جن مقامات کے لیے تفصیل ضروری معلوم ہوئی ان پر مستقل مباحث و مقالات لکھ کر آخر میں بڑھا دیے بعض سورتوں کے یہ مباحث بہت دور تک پھیلتے چلے گئے ہیں اور اگرچہ یہ تفصیلات ان حدود سے متجاوز ہو گئیں جو ترجمان القرآن کے لیے ابتدا میں قرار دی گئی تھیں لیکن جیسا کہ مولانا نے تحریر فرمایا ہے، "اگر البیان کی تفصیلات سامنے لائی جائیں تو یہ تفصیلات بھی اجمال و تلخیص سے زیادہ نہ ہوں گی۔"

بہرحال ترجمان القرآن کی یہ تین بڑی خصوصیات ہیں: "ترجمہ، نوٹ، اور تفسیری مباحث و مقالات۔ مطالب قرآنی کے فہم و تدبر کے لیے ترجمہ، کم سے کم الفاظ میں سورت کی بنیادی تعلیم اور تمام مطالب کا خلاصہ معلوم کر لینے کے لیے سورت کے نوٹ اور سورتوں کے بعض اہم مطالب و مہمات کی توضیح کے لیے تفسیری مباحث۔

ترجمان القرآن کی یہ تین بڑی خصوصیات ہیں یا تین خاص محل تدبر، ہیں مولانا نے غور و فکر کے بعد ہر ایک کی جگہ متعین کر دی ہے تاکہ ترجمان القرآن کا قاری اپنے ذوقِ طلب اور تشنگیٔ علم کے مطابق فکر و نظر کے جس سرچشمے سے چاہے سیراب ہو۔ اس غرض سے مولانا نے ان مقامات فکر و نظر اور مباحث کی ترتیب یہ رکھی تھی:۔

۱۔ صفحے کے ابتدائی حصے میں متن قرآن حکیم۔

۲۔ عربی متن کے نیچے ترجمہ۔

۳۔ ترجمے کے ساتھ صفحے کے داہنی جانب نوٹوں کے لیے جگہ نکالی گئی ہے۔ یہ نوٹ ہر صفحے پر مسلسل نہیں ہیں۔ جبکہ ان کا تعلق سورت کے مطالب اور اس کی بنیادی تعلیمات سے ہے پس جہاں جہاں ضرورت تھی نمودار ہوتے گئے۔

کتابت میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر صفحے پر صرف اسی قدر عربی متن لیا جائے کہ صفحے

کا بقیہ حصہ اس کے ترجمے اور اس کے متعلق نوٹوں کے لیے کافی ہو جائے۔
طبع اوّل میں یہ اہتمام نہیں رکھا جا سکتا تھا اس لیے بعض آیات کا ترجمہ کئی کئی صفحے کے بعد آیا ہے۔ مثلاً طبع اول میں سورہ بقرہ کی آخری آیت صفحہ ۱۷۲ پر ہے اور اس کا ترجمہ صفحہ ۱۷۹ پر آیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آیات سامنے آئیں تو ان کا ترجمہ پیش نظر نہ تھا اور جب ترجمہ سامنے آیا تو گزر چکی تھیں۔ اس طرح آیات اور ان کے ترجمے کا ساتھ ساتھ مطالعہ کرنا مشکل تھا لیکن دوسری اشاعت میں یہ خاص اہتمام کیا گیا کہ متن اور ترجمہ برابر برابر ہیں البتہ نوٹوں کے بارے میں یہ التزام پھر بھی نہ ہو سکا بعض اوقات یہ نوٹ کئی کئی صفحے تک مسلسل چلے گئے ہیں، اور جن آیات سے متعلق یہ نوٹ ہیں، وہ پیچھے رہ گئیں لیکن چونکہ یہ نوٹ مطالعہ و تدبر کے لیے ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں اس لیے مطالعے کے وقت وہ الجھن نہیں ہوتی جو آیات اور ان کے ترجمے کے آگے پیچھے ہو جانے سے ہوتی ہے۔

۴۔ سورت کے خاتمے پر اس کے اہم مقامات کے بارے میں تفسیری مباحث اور مقالات ہیں۔
پہلی جلد میں یہ مباحث نہیں تھے صرف سورہ بقرہ کے آخر میں چند آیات کے متعلق چار پانچ صفحے کے مباحث ہیں۔ البتہ دوسری جلد کی ہر سورت کے آخر میں اس کے اہم مقامات کے متعلق تفسیری مباحث پر مشتمل مجمل یا مفصل مقالات ہیں۔ ان میں یہ امر بھی پیش نظر رہا ہے کہ جو مقامات پہلی جلد میں بحث طلب تھے ان کو بھی بحث میں سمیٹ لیا ہے۔ اس طرح پہلی جلد کی سورتوں کے اکثر مہمات مطالب بھی دوسری جلد میں آگئے ہیں۔ البتہ بعض مباحث کے لیے دوسری جلد میں مناسب موقع نہیں نکل سکا، انھیں تیسری جلد کے لیے چھوڑ دیا۔

۵۔ اس کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہمیں ترجمان القرآن کے صفحات پر جا بجا نظر آتی ہے، وہ اس کے حواشی ہیں۔ یہ حواشی پہلی جلد میں بھی ہیں اور دوسری جلد میں بھی۔ اور جس طرح عام طور پر علمی کتابوں میں صفحے کے نیچے کا حصہ استعمال کیا جاتا ہے، مولانا نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔
ان حواشی میں کہیں کسی لفظ کے خاص معنی کی طرف اشارہ ہے، کہیں کسی تفسیری نکتے کی طرف

توجہ دلائی ہے، کہیں کسی مقام کا محل وقوع متعین کیا ہے، کہیں کسی موضوع پر تفصیلی مطالعے کے لیے کسی کتاب کی نشاندہی کی ہے، کہیں کسی معاملے میں مفسرین کا عام رجحان، رائے یا مسلک پیش کیا ہے، یا کسی اور خاص نکتے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ غرض ان حواشی میں تمام ضروری باتیں آ گئی ہیں۔ یہ حواشی نہ صرف تعداد میں کم ہیں بلکہ مقدار کے لحاظ سے بھی مختصر ہیں۔ ان کا اصل محل وہی ہے جہاں وہ نمودار ہوتے ہیں۔

مباحث کی اس ترتیب نے ترجمان القرآن کی افادیت کے ہر پہلو کو نمایاں کر دیا ہے۔ اور تمام خصوصیات ابھر کر سامنے آ جاتی ہیں۔ ذہن و دماغ کو ان کی تلاش میں کاوش نہیں کرنی پڑتی۔

مولانا کے نزدیک اس ترتیب کی بھی خاص اہمیت تھی۔ یہ ترجمان القرآن کی وہ صوری خصوصیت ہے جس نے اس میں افادیت کے ساتھ دل نشینی اور اثر آفرینی پیدا کر دی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"ترجمہ و تفسیر کی معنوی مشکلات کی طرح اس کی صوری مشکلات بھی تھیں۔ اور اس راہ کا دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ انھیں حل کیا جائے۔ ان مشکلات کی شرح بھی طولانی ہے۔ ترجمان القرآن کے خاتمے میں قرآن کے فارسی، اردو اور یورپ کے تراجم پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکے گا کہ اس مرحلے کی مشکلات کیا کیا تھیں اور وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے آج تک قرآن کے تراجم میں وضاحت اور دل نشینی پیدا نہ ہو سکی۔[1]

لیکن اس کی صوری خصوصیات و محاسن کا اندازہ کرنے کے لیے کسی انتظار کی ضرورت نہیں۔ ترجمان القرآن پر ایک نظر ڈال کر معلوم کر لیا جا سکتا ہے کہ اس راہ کی مشکلات کیا تھیں اور صرف مباحث کی ایک مناسب ترتیب نے اس کے مطالب کو کس درجہ واضح، دل نشیں اور اس کی مختلف خصوصیات کو کس طرح نمایاں اور الگ الگ کر دیا ہے۔ آپ کم سے کم وقت اور کم سے کم الفاظ میں کسی سورت کی تعلیم اور اس کے مہمات مطالب کا خلاصہ معلوم کر لینا چاہتے ہیں۔ یہ بات صرف نوٹوں پر ایک نظر ڈال کر معلوم کر لے سکتے ہیں۔ آپ قرآن کا ٹھیک ٹھیک مطلب معلوم کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے صرف ترجمے کا مطالعہ کفایت کرتا ہے اور اگر کسی سورت کے مہمات مطالب سے واقف ہونا چاہتے ہیں تو تفسیری مقالات اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔ ان میں سے ہر چیز نمایاں، ہر چیز الگ اور ہر چیز اپنی مستقل حیثیت رکھتی ہے اور اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے دوسرے کی محتاج نہیں۔

باقی آئندہ

---

[1] ترجمان القرآن، جلد اول (اشاعت اول)، صفحہ ۲۷